التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد:۹، شمارہ:۲۶، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء

اسلام کا تصورِ میراث
قرآن وسنت کے عمرانی اصولوں کی روشنی میں

حافظ فیض رسول
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی

Abstract

Islam is the religion of nature that has given the best economic system and ideal social rights while respecting the natural desires of human beings. No religion or culture has provided such a complete law in terms of inheritance. Every law and system has done injustices when it comes to inheritance. The knowledge of duties is the most important topic of the Islamic Law (Shariah). There are detailed orders for the safety of an individual and family which are obvious and specified in Quran and Sunnah.

Social crimes in Pakistani society is increasing day by day and only about five percent people are following Islamic law of inheritance and divide their assets according to Quran and Sunnah and are obliged to give the rights to the individual. According to Shariah this is the responsibility of the Islamic state to provide the specified percentage in family inheritance. One of the reasons for our social decline is the injustice in division of the family heritage. Therefore distribution of family property and heritage according to the rules and principles of the Shariah is essential today. The implementation of these laws will definitely stop social crimes and our prosperity is hidden in these specified laws.

اسلام نے انسان کو دین اسلام کی صورت میں مکمل ضابطہ حیات، بہترین اقتصادی نظام اور وہ مثالی حقوق دیئے ہیں جو آج تک کوئی تہذیب یا مذہب نہیں دے سکا۔ اسلام کا اقتصادی نظام کئی امور پر مشتمل ہے جس میں قانونِ میراث (Inheritance law) بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ وراثت (Inheritance) کے باب میں دنیا کے ہر نظام اور قانون نے ناانصافیاں کی ہیں اور ہر مذہب، ثقافت اور تہذیب وتمدن نے ٹھوکریں کھائی ہیں جبکہ علم الفرائض شرعی قوانین کا سب سے اہم ترین موضوع ہے اور اسلامی قانونِ وراثت (Islamic law of inheritance) میں مرد کے وعورت اور خاندان کے تحفظ کے لئے تفصیلی

احکامات واضح ہیں اور ہر حقدار کے لئے اس کا حصہ مقرر و متعین ہے۔ قرآن وسنت کے اصولوں کے تحت ہر حقدار کو اسکا مکمل حق دلوانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

علم الفرائض (میراث) سیکھنے کی اہمیت

علم میراث سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت وفضیلت مندرجہ ذیل ارشاداتِ نبوی ﷺ واضح ہوتی ہے:

تعلمو االفرائض و علموها فانه نصف العلم وهو ينسى وهو اول شىء ينزع من امتى (۱)

''تم فرائض (علم میراث) سیکھو اور اُسے سکھاؤ اس لیے کہ وہ نصف علم ہے اور بلاشبہ وہ بھلا دیا جائے گا اور میری امت سے یہی علم سب سے پہلے سلب کیا جائے گا۔''

تعلموا االقرآن والفرائض وعلموا الناس فانى مقبوض (۲)

''قرآن اور فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لیے کہ میں وفات پانے والا ہوں۔''

تعلموا الفرائض كما تعلمون القرآن (۳)

''فرائض ایسے اہتمام سے سیکھو جیسے تم قرآن سیکھتے ہو۔''

تعلموا االفرائض فانها من دينكم (۴)

'' فرائض سیکھو کیونکہ وہ تمہارے دین میں سے ہیں۔''

من قرامنكم القران فليتعلم الفرائض (۵)

''جو شخص تم میں سے قرآن پڑھتا ہو وہ فرائض بھی سیکھے۔''

تعلمو العلم وعلموه الناس، تعلمو الفرائض وعلموه الناس، تعلموا االقران وعلموهاالناس، فانى امرء مقبوض، والعلم سينقض و تطهر الفتن حتى يختلف اثنان فى فريضة لايجدان احدا يفصل بينهما (۶)

''علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ میں وفات پانے والا ہوں اور علم عنقریب معدوم ہونے والا ہے اور بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو شخص ترکہ کے کسی مسئلہ کے بارے میں جھگڑا کریں گے اور ان کو کوئی عالم دستیاب نہ ہوگا جو ان کے درمیان فیصلہ کرے۔''

مفہوم میراث

میراث کا لفظ ورِثَ سے بنا ہے۔ وَرِثَ يَرِثُ کے معنیٰ ہوتے ہیں جانشین ہونا (وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ ۔حضرت سلمانؑ جانشین ہوئے حضرت داؤدؑ کے۔النمل:۱۶) مالک ہونا (اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا ۔تو کیا سبق نہیں سیکھا اُنہوں نے مالک بنے زمین کے اُس کے پہلے مالکوں کے بعد۔الاعراف:۱۰۰) ذمہ دار ہونا (ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۔ ہم نے کتاب کا ذمہ دار بنادیا اپنے ان بندوں کو جنہیں ہم نے چن لیا تھا۔ فاطر:۳۲)

فقہی اعتبار سے وارث ہونے کا مفہوم ہے کسی قریب ترین عزیز کی وفات کے بعد اُس کے ترکہ میں سے شریعت کے اصول وضوابط کے مطابق طے شدہ حصّہ کا مالک بننا۔ میراث شریعت کی رو سے اُس ترکہ کو کہتے ہیں جو وفات پانے والا چھوڑ کر مرجاتا ہے۔

وراثت کے باب میں دنیا کے ہر نظام قانون نے ناانصافیاں کی ہیں، اور دنیا کے ہر مذہب، ہر ثقافت اور ہر تہذیب نے ٹھوکریں کھائی ہیں اور آج بھی کھارہے ہیں، ان کے برعکس اسلام نے دولت وثروت کی تقسیم کا جو نظام قائم کیا ہے اُس کا ایک حصّہ میراث ہے۔ اسلام سے پہلے بعض مذاہب میں صرف مردوں کو ترکہ میں سے حصّہ ملتا تھا، عورتوں کو محروم رکھا جاتا تھا۔ بعض مذاہب میں میراث کا حق دار صرف بڑا لڑکا ہوا کرتا تھا اور آج بھی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں میراث کا حق صرف بڑی اولاد کو ہی ہے۔ عرب سماج میں میراث کے حوالے سے بڑی بے اعتدالی پائی جاتی تھی ۔ یہاں تک کہ یتیم بچوں کو بھی میراث سے محروم کردیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس باب میں ایک منصفانہ، متوازن اور مصالح سے ہم آہنگ قانون دیا۔ دولت کی تقسیم کا وسیع نظام قائم کیا۔ دولت کو خاندان کے محض ایک دو فرد میں مرتکز نہیں کیا بلکہ والدین، اولاد اور زوجین کو تو میراث میں اندرونی طور پر حصّہ دار بنایا۔ ان کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو بھی بعض صورتوں میں میراث میں شریک کیا۔ تمام اخراجات کی ذمہ داریاں مرد پر ڈالیں لیکن پھر بھی خواتین کو میراث میں حصّہ دیا۔ بلاشبہ اسلام نے میراث کے سلسلہ میں ایک انقلابی تصور دیا اور نظام میراث کو تقسیم دولت کا ایک وسیلہ بنایا جس کی بازگشت آج پوری دنیا میں سنی جاسکتی ہے۔ دنیا کا شائد ہی کوئی قانون ہو جس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔ (۷)

قانونِ میراث پر عمل کی تاکید

قرآن حکیم کے عمرانی اصولوں میں میراث کا تفصیلی بیان سورہ نسآء کی آیات ۱۱۔۱۲ اور ۱۷۶ میں ہوا ہے۔ البتہ ان احکامات پر عمل کی تاکید بار بار کی گئی ہے:

للرجال نصيب مما ترك الوالدان و الاقربون و للنسآء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مماقل منه او كثر نصيبا مفروضا (النساء:۷)

''مردوں کے لئے اُس مال میں سے حصّہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے اس مال میں سے حصّہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ وہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو، حصّہ بھی ایسا جو قطعی طور پر مقرر ہے''۔

وابتلو اليتمىٰ حتىٰ اذا بلغوا النكاح فان انستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم ولاتاكلوها اسرافا وبدارا ان يكبروا (النساء:۶)

''اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک وہ بالغ ہو جائیں پھر اگر ان میں کچھ سوجھ بوجھ دیکھو تو ان کو اموال ان کے حوالے کردو اور ان کے اموال کو اس خیال سے کہ وہ بالغ ہو جائیں گے جلدی اڑا کر ناحق مت

کھاؤ۔''

وَلا تقربو ا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ (الانعام:۱۵۲)

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اُس طریقہ سے جو بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے۔''

اصول میراث (Inheritance rules)

i۔ میراث کا سوال آدمی کی زندگی میں نہیں بلکہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ کچھ مال چھوڑ کر وفات پا گیا ہو۔

اِن امرؤ ھلك لیس له ولد وله اخت فلھا نصف ماترك (النساء:۱۷۶)

''اگر کوئی شخص ہلاک ہو جائے اور اُس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اُس کی ایک بہن ہو تو جو کچھ اُس نے چھوڑ اُس کا نصف بہن کے لیے ہے''۔

مندرجہ بالا آیت سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ تقسیم میراث کسی کی وفات کے بعد ہوگی۔ اِسی طرح سورۂ نساء کی آیات ۱۱اور۱۲ میں میراث کا قانون بیان کرتے ہوئے تَرَكَ ، تَرَكْتُمْ اور تَرَكْنَ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وراثت کا حکم صرف ترکہ سے متعلق ہے۔ مورث کی وفات لازمی نہیں کہ یقینی ہو بلکہ حکمی بھی ہو سکتی ہے یعنی عدالت نے فیصلہ دیا ہو کہ فلاں گمشدہ انسان مردہ تصور کیا جائے۔

ii۔ ترکہ میں حق وراثت صرف زندہ وارثوں کا ہوتا ہے۔ یعنی جو مورث کی موت کے بعد فی الواقع زندہ ہوں، نہ کہ زندہ فرض کر لیے جائیں۔ کوئی شخص ان پہلے کے فوت شدہ لوگوں کا وارث یا قائم مقام ہونے کی حیثیت سے مورث کے ترکہ میں اپنے کسی حق کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قانون میراث سے متعلق آیات میں الفاظ ہیں:

"فَاِن كُن نسآء فوق اثنتین ، وان كنت واحدة، ان كان له ولد، فان كان له اخوة، ان لم یكن لھن ولد ، فان كن لكم ولد ، وله اخ او اخت ، فان كا نوا اكثر من ذلك، وان كانوا اخوة رجالا ونسآء"

مذکورہ بالا الفاظ صرف زندہ وارثوں کے لیے ہی ہو سکتے ہیں۔

اگر کسی مورث کی وفات کے وقت اُس کا کوئی وارث شکم مادر میں ہو تو وہ بھی میراث میں شریک ہوگا بشرطیکہ وہ زندہ پیدا ہو۔ تاہم اگر مورث کی وفات کے بعد حمل ٹھہرے تو پھر محمول کے لیے حقِ میراث ثابت نہ ہوگا۔

iii۔ قرآن حکیم کی رو سے وراثت میت کے ان رشتہ داروں کا حق ہے جو اُس کی زندگی میں ہر مصیبت کے وقت مدد کرتے رہے اور آڑے وقت میں کام آئے۔ اس حوالے سے وراثت کا معیار ''اقربیت'' یعنی قریب ترین ہونا ہے۔ مورث کے وفات پا جانے پر جو لوگ زندہ ہوں، ان کے درمیان میراث تقسیم کرنے کے لیے قرآنِ حکیم جو قاعدہ مقرر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو رشتے مورث کے قریب ترین ہیں وہ حصّہ پائیں اور اُن کی موجودگی میں بعید تر حصّہ نہ پائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِلرِجال نصیب مِماترك الوالدان والاقربون وللنسآء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون (النساء:۷)

''مردوں کو حصّہ ملے گا اس مال میں سے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورتوں کو بھی حصّہ ملے گا اس مال میں سے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔''

اگر مدار صرف قرابت پر ہوتا تو تمام انسان ہی حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔مطلق رشتہ وقرابت تو ہر انسان کا ہر انسان سے کہیں نہ کہیں دور یا قریب نکل ہی آئے گا۔اب ہر انسان کی وراثت میں ساری دنیا کے انسان داخل ہو جاتے۔ مذہب کے اختلاف پر مسلمان کی وراثت سے غیر مسلموں کو علیحدہ کر کے بھی دنیا کے تمام مسلمان تو شریکِ وراثت بن ہی جاتے۔ظاہر ہے کہ اگر اس طرح مرنے والوں کے ترکے تقسیم ہوا کریں تو کسی کو بھی کسی کے ترکہ میں سے کوئی قابل انتفاع حصہ نہ ملے گا۔

iv۔ پھر قربِ واحد کے لحاظ کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) حجبِ نقصان: یعنی قریب کو زیادہ اور بعید کو کم حصّہ ملے گا۔

(ب) حجب فرمان: یعنی قریب کی موجودگی میں بعید بالکل محروم رہ جائے گا۔

v۔قرآنِ حکیم کے بیان کی رُو سے میراث کے اصل حق دار باپ اور ماں (بر بنائے حق والدیت)، بیوی یا شوہر (بر بنائے حقِ زوجیت)، بیٹے اور بیٹیاں (بر بنائے حقِ ولدیت) اور بہن اور بھائی (بر بنائے حق اخوت)

ان سب کا ذکر قرآن حکیم بالکل واضح الفاظ میں کرتا ہے۔تقسیم وراثت کی اس اسکیم میں جس رشتہ دار کو بھی کوئی حصّہ ملتا ہے، میت کے ساتھ خود اپنے قریبی تعلق کی بنا پر ملتا ہے۔کوئی دوسرا نہ تو قریبی حق دار کی موجودگی میں اس کے حق کا شریک بن سکتا ہے اور نہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا قائم مقام بن کر اس کا حصّہ لے سکتا ہے۔

(الف) حق مادری و پدری میت کے حقیقی ماں اور باپ کو پہنچتا ہے۔البتہ اگر باپ نہ ہو تو حق پدر دادا کو اور دادا بھی نہ ہو تو پر دادا کو پہنچے گا۔اسی طرح اگر ماں نہ ہو تو حق مادری دادی اور نانی کو اور دادی اور نانی نہ ہو تو پر دادی اور پر نانی کو پہنچ جائے گا۔

(ب) حق ولدیت صرف انہی بیٹوں اور بیٹیوں کو پہنچتا ہے جو میت کے نطفے یا اُس کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں۔اُن کی موجودگی میں یہ حق کسی طرح بھی اولاد کی اولاد کو نہیں پہنچ سکتا، اگر مورث کے تمام بیٹے اس کی زندگی میں وفات پا جائیں تو پھر پوتوں کو حق ولدیت حاصل ہو جاتا ہے۔

(ج) حق زوجیت صرف اس شخص کو پہنچ سکتا ہے جس سے میت کا اپنا ازدواجی رشتہ ہو۔ چونکہ یہ رشتہ بالواسطہ نہیں ہو سکتا اس لیے مورث کی زندگی میں شوہر یا بیوی کے مرجانے سے اس کا حق میراث بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

(د) حق اخوت اولاد باپ کے نہ ہونے کی صورت میں صرف بھائی بہنوں ہی کو پہنچتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا علاتی (یعنی باپ کی طرف سے) یا اخیافی (یعنی ماں کی طرف سے)۔

یہ ہیں تقسیمِ میراث کے اسلامی اصول۔یہی وجہ ہے کہ عصبات کے تعین اور ذوی الارحام کے مسائل کو چھوڑ کر قانونِ

وراثت کے بنیادی اصولوں میں تمام امت کے علماء شروع سے آج تک متفق رہے ہیں۔(۸)

اقسامِ ورثا (Types of heirs)

شریعت اسلامی کی رو سے ورثا کی اقسام تین ہیں:

i۔ذوی الفروض: جن کے حصّے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے خود مقرر فرمادیے۔(۹)

ii۔عصبات: یعنی وہ اہل خاندان جو اس کے لیے تعصب کرنے والے ہوں یعنی نفع کے لحاظ سے قریب تر ہوں۔ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر ذوی الفروض کو حصے دے کر بچ رہے ہوں تو عصبات کو دے دیا جائے۔مثلاً ارشادات نبوی ﷺ ہیں:

اَلحقو الفرائض باھلھا فمابقی فھو لاولی رجل ذکر (۱۰)

''مقررہ حصّے ان کے حق داروں کو دو اور جو باقی بچے وہ (میت کے) قریب ترین مرد (رشتہ دار) کا حصّہ ہے۔''

واجعلوا الاخوات مع البنات عصبة (۱۱)

''بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔''

یعنی میت کی وارث بیٹیاں ہی ہوں اور کوئی مرد عصبہ موجود نہ ہو تو بیٹیوں کا حصّہ ادا کرنے کے بعد جو بچ جائے وہ میت کی بہن کو دیا جائے گا۔عصبات کی مزید تین اقسام ہیں۔(۱۲)

(الف) عصبہ بنفسہ: اس سے مراد وہ مرد ہے جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے جیسے بیٹا، پوتا، پڑپوتا، والد، دادا، پردادا، سگا بھائی، باپ شریک بھائی، سگے بھائی کا بیٹا، باپ شریک بھائی کا بیٹا، باپ کا سگا بھائی باپ کا باپ شریک بھائی وغیرہ۔

(ب) عصبہ بغیرہ: اس سے مراد وہ خواتین ہیں جن کو ذوالفروض ہونے کی حیثیت سے تنہا ہونے کی صورت میں نصف یا دو یا دو سے زائد ہونے کی صورت میں دو تہائی ملتا ہے لیکن اگر ان کے بھائی موجود ہوں تو وہ ان کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں۔انہیں بھائی کے مقابلہ میں نصف حصّہ ملتا ہے۔

(ج) عصبہ مع الغیر ہ: اس سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے۔مثلاً بہن بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے۔

iii۔ذوی الارحام: اس سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو نہ اصحاب الفروض ہوں اور نہ ہی عصبہ جیسے ماموں، خالہ، پھوپھی، چچا کی بیٹی، بھانجا، بھانجی اور بیٹی کی اولاد وغیرہ۔(۱۳) ذوی الفروض اور عصبات کی موجودگی میں ان کو وارث بنایا جائے گا۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلخال وَارِث من لاوارث له (۱۴)

''جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث اس کا ماموں ہے''۔

ذوی الارحام کی وراثت کا ضابطہ یہ ہے کہ جس رشتہ دار (اصحاب الفروض یا عصبہ) کی وساطت سے اُن کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام کو اُس کا حصّہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص فوت ہو گیا اور چھوڑ گیا بیٹی کی بیٹی (نواسی) اور بہن کا بیٹا (بھانجا) تو ترکہ اُن کے مابین نصف نصف تقسیم ہو گا۔ اُس لیے کہ یہی میت کی بیٹی اور بہن کا حصّہ تھا۔ (۱۵)

ورثا کے حصّے

اصحاب الفروض میں سے جو رشتہ دار میراث میں سے حصّہ پاتے ہیں، اُن کے حصّوں میں مختلف صورتوں میں مقدار کا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: (۱۶)

i۔ شوہر: اگر متوفیہ کا اولادی سلسلہ نہ ہو تو اس کا حصّہ نصف اور اگر اولادی سلسلہ ہو تو پھر ایک چوتھائی ہو گا۔

ii۔ بیوی: اگر متوفی کا اولادی سلسلہ نہ ہو تو اس کا حصّہ ایک چوتھائی اور اگر اولادی سلسلہ ہو تو اس کا حصّہ آٹھواں ہو گا۔

iii۔ باپ: اگر متوفی کی اولاد ہو تو اس کو ترکہ کا چھٹا حصّہ ملے گا۔ اگر متوفی کی اولاد نہ ہو تو اصحاب الفروض کا حصّہ نکال کر باقی سب اس کو ملے گا۔ اگر اصحاب الفروض سے کوئی نہ ہو تو پھر کل ترکہ اس کو ملے گا۔ اگر متوفی کی صرف بیٹی یا پوتی وغیرہ ہو تو باپ کو چھٹا حصّہ ملے گا۔ اور پھر دوسرے اصحاب الفروض کو دینے کے بعد بقیہ حصّہ بھی مل جائے گا۔

iv۔ دادا: اگر متوفی کا والد موجود ہے تو دادا محروم رہے گا۔ اگر متوفی کا والد نہیں ہے پھر دادا کو وہی ملے گا جو مختلف صورتوں میں والد کو ملتا ہے۔

v۔ ماں: اگر متوفی کی اولاد ہو یا اس کے دو یا زائد بہن بھائی ہوں تو اس کا حصّہ چھٹا ہو گا۔ اگر متوفی کی اولاد یا بہن بھائی نہ ہوں تو اس کا حصّہ ایک تہائی ہو گا۔ اگر متوفی کی بیوی ہے تو پھر اس کا حصّہ نکال کر بقیہ کا ایک تہائی ماں کو ملے گا۔

vi۔ دادی، نانی: دادی، نانی کو متروکہ کا چھٹا حصّہ ملے گا۔ اگر ماں موجود ہے تو یہ دونوں محروم رہیں گی۔ اگر باپ موجود ہے تو دادی محروم ہو جائے گی۔

vii۔ بیٹی: اگر میت کی ایک بیٹی ہے تو اس کا حصّہ نصف ہو گا۔ اگر دو یا زائد بیٹیاں ہیں تو ان دو میں دو تہائی تقسیم ہو گا۔ اگر ان کا بھائی بھی ہو تو پھر وہ عصبہ بن جائیں گی۔ اب ذوی الفروض کو دینے کے بعد بقیہ ترکہ اس طرح تقسیم ہو گا کہ بیٹے کو بیٹی کے مقابلہ میں دوگنا ملے گا۔

viii۔ پوتی: اگر بیٹی نہ ہو تو پوتی کا حصّہ وہی ہو گا جو اوپر بیٹی کے لیے مذکور ہے۔ اس کے علاوہ اگر متوفی کی صرف ایک بیٹی ہو تو پوتی کو چھٹا حصّہ ملے گا۔ اگر متوفی کا بیٹا ہو تو پوتی محروم رہے گی۔ اگر متوفی کے بیٹے اور بیٹیاں نہ ہوں تو پوتے اور پوتیوں کو اسی طرح ملے گا جیسے بیٹے اور بیٹیوں کو ملتا ہے۔

ix۔ ماں شریک بھائی: اگر متوفی کا اولادی سلسلہ ہو یا اس کے والد یا دادا میں سے کوئی موجود ہو تو یہ محروم رہے گا۔ اگر متوفی کلالہ ہو یعنی نہ اولادی سلسلہ رکھتا ہو اور نہ ہی والد اور دادا تو پھر تنہا ہونے کی صورت میں اسے چھٹا حصّہ ملے گا۔ اگر اس کے ساتھ اور

بہن بھائی بھی ہوں تو سب میں مساوی طور پر ایک تہائی ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا۔

x۔ماں شریک بہن: اس کے وہی احکام ہیں جو ماں شریک بھائی کے ہیں۔

xi۔سگی بہن: اگر متوفی کا اولاد ی سلسلہ یا باپ، دادا ہوں تو یہ محروم ہو جائے گی۔ اگر متوفی کلالہ ہو اور یہ تنہا ہو تو اسے نصف ملے گا۔ اگر دو بہن ہوں یا زائد ہوں تو ان میں دو تہائی تقسیم کیا جائے گا۔ اگر ساتھ بھائی تو پھر ایسے بھائی کے مقابلہ میں عصبہ کے طور پر آدھا حصّہ ملے گا۔ اگر متوفی کی بیٹی یا پوتی ہو تو اُن کا حصّہ نکال کر بقیہ اسے ملے گا۔

xii۔باپ شریک بہن: باپ شریک بہن کی وہی صورت ہے جو سگی بہن کی ہے۔ البتہ اگر سگی بہن موجود ہو تو اُسے چھٹا حصّہ ملے گا۔ اگر دو سگی بہنیں ہوں اور ساتھ باپ شریک بھائی نہ ہو تو یہ محروم رہے گی۔ البتہ اگر باپ شریک بھائی ہو تو پھر سگی بہنوں کا حصّہ نکال کر بقیہ باپ شریک بہن بھائیوں میں ایسے تقسیم ہوگا کہ بھائی کو بہن کے مقابلہ میں دگنا حصّہ دیا جائے گا۔

وارثت کے احکامات

i۔شریعت کی رو سے اسباب وراثت تین ہیں: (۱۷)

(الف) نسبی قرابت: یعنی وارث میت کے اصول یعنی باپ دادا میں سے ہو یا فروع یعنی اولاد میں سے ہو یا حواشی (یعنی اطراف مثلاً بھائی اور ان کی اولاد، چچا اور اس کی اولاد) میں سے ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلکل جعلنا موالی مما ترك الوالدان والاقربون **(النسآء:۳۳)**

''اور ہر ایک مال میں جو والدین اور قرابت دار چھوڑ جائیں ہم نے حق دار رکھے ہیں۔''

(ب) نکاح: عورت کے ساتھ صحیح عقد ہونا، رخصتی ہو یا نہ ہو میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلکم نصف ما ترك ازواجکم **(النسآء:۱۲)**

''اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے نصف ہے۔''

میاں بیوی طلاق رجعی کی صورت میں بھی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے جبکہ بیوی ابھی عدت میں ہو۔ مرض الموت میں طلاق دینے والے شخص کی مطلقہ بیوی بائنہ ہونے کے باوجود اس کی وارث ہوگی۔

(ج) ولا: ایک شخص نے ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کیا تو اس کی آزادی کے سبب آزاد کرنے والا اپنے آزاد کردہ غلام اور لونڈی کا وارث ہوگا۔ اگر آزاد شدہ فوت ہو جائے اور اس کا کوئی بھی وارث نہ ہو تو یہ آزاد کرنے والا اُس کا وارث ہوگا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اَلولاءُ لمن اعتق (۱۸)

''آزاد کردہ کی ولا (حق وراثت) اُس شخص کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔''

ii۔متوفی جو مال اور اسباب چھوڑ کر جائے، اس سے بنیادی طور پر چار حقوق متعلق ہیں۔ (۱۹) اِن حقوق کی ترتیب یوں ہے:

(الف) سب سے پہلے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین اور تدفین کا انتظام کیا جائے گا، اگر کوئی اور عزیز اپنے طور پر اس کا انتظام نہ کرے۔

غیر مسنون رسومات مثلاً سوئم، چہلم کے اخراجات تجہیز و تکفین میں شامل نہیں کیے جا سکتے۔

(ب) جو مال بچ جائے گا اُس میں سے متوفی اگر مقروض ہے تو اس کا قرض ادا کیا جائیگا۔ بیوی کا مہر بھی قرض ہے اگر زندگی میں ادا نہیں کیا۔

(ج) اگر متوفی نے کوئی وصیت کی ہے تو بچ جانے والے مال کے ایک تہائی حصّہ تک کی وصیت پوری کی جائے گی۔ اگر وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی ہے تو تمام ورثاء کی رضامندی کے بغیر اسے پورا نہیں کیا جائے گا۔ وصیت کسی وارث کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔

(د) اب جو مال بچ جائے گا اُسے ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

iii۔ ورثا میں ترتیب اِس طرح ہے: (۲۰)

(الف) ذوالفروض کو جن کے حصے قرآن نے متعین کیے ہیں، سب سے پہلے حصّہ دیا جائے گا۔

(ب) ذوی الفروض سے بچ جانے والا مال عصبات میں تقسیم ہوگا۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو عصبات پورے ترکہ کے حق دار ہوں گے۔

(ج) اگر عصبات نہ ہوں تو پھر زوجین کے علاوہ دوسرے ذوی الفروض کو ان کے شرعی حصے کے تناسب سے دیا جائے گا۔

(د) اگر ذوی لفروض اور عصبات نہ ہوں تو اب ذوی الارحام حق دار ہوں گے۔

(ھ) ان سب کی عدم موجودگی میں ترکہ اس شخص کو دیا جائے گا جس کا نسب معروف نہ ہو اور متوفی نے اُس سے نسب کا اقرار کیا ہو جیسے وہ کسی کے چچا یا بھائی ہونے کا اقرار کرے۔

(و) ان کی عدم موجودگی میں ترکہ ایسے شخص کو دیا جائے گا، جس کے لیے متوفی نے پورے مال کی وصیت کی ہو۔

(ز) اگر کوئی حق دار نہ ہو تو ترکہ بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔

۴۔ اگر کوئی وارث حمل کی صورت میں ہے تو ورثاء کو اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو وضع حمل تک تقسیم کو موخر کر دیں۔ اگر وہ جلد تقسیم کرنا چاہیں تو محمول کو لڑکا تصور کر کے کم تر یقینی حصّہ ہر حق دار کو دیا جائے گا۔ باقی حصّہ موقوف ہوگا اور وضع حمل کے بعد حسبِ استحقاق ادائیگی کی جائے گی۔ (۲۱)

۵۔ اگر ورثا میں سے کوئی وارث مفقود ہے تو دیگر ورثاء کو کم تر یقینی حصّہ دیا جائے گا۔ باقی حصّہ مفقود کی زندگی یا موت کے فیصلہ کے بعد حسبِ استحقاق دیا جائے گا۔ (۲۲)

۶۔ جب ایک سے زائد افراد پانی میں غرق ہوں یا کسی اور حادثہ کا شکار ہوں اور کسی کی موت کی تقدیم وتاخیر کا علم نہ ہو سکے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے بلکہ زندہ افراد ہی مرنے والوں کے وارث بنیں گے۔ (۲۳)

موانع میراث

سببِ وراثت کی موجودگی کے باوجود بعض موانع وارث کو وراثت سے محروم کر دیتی ہیں۔ (۲۴)

i۔کفر: رشتہ داری کے باوجود کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا اور نہ ہی مسلمان کافر کا،حدیث پاک میں ہے:

لَا یَرثُ المسلم الکافر ولاالکافر المسلم (۲۵)

''کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا۔''

ii۔قتل: اگر کسی نے قریبی رشتہ دار کو قتل کر دیا ہو تو اُسے مقتول کی وراثت سے محروم کر دیا جائے گا۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَیس للقاتل مِنَ المیراثِ شیء (۲۶)

''قاتل کو میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا۔''

iii۔غلام ہونا: غلام نہ خود وارث ہوتا ہے اور نہ کوئی اس کا وارث ہوتا ہے سوائے اُس کے مالک کے۔

iv۔زنا: زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ (زانی) کا وارث نہیں ہوگا اور نہ اُس کا باپ اُس کا وارث بنے گا۔البتہ وہ اپنی ماں کا وارث بنے گا اور ماں اُس کی وارث ہوگی۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اَلوَ لَد للفاشِ وللعاھِر الحجر (۲۷)

''اولاد صاحبِ بستر (ماں) کی ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔''

v۔لعان: لعان کرنے والے میاں بیوی کا بیٹا باپ کا اور باپ اس بیٹے کا وارث نہ ہوگا۔

vi۔مردہ پیدا ہونا: وضع حمل کے وقت جس بچے کے منہ سے آواز نہ نکلے یعنی وہ مردہ پیدا ہو تو وہ کسی کا وراث نہ ہوگا۔

vii۔اختلاف دار: اگر ایک شخص دارالاسلام میں رہتا ہے اُس کا عزیز دارالکفر میں تو وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔

وصیت کا حکم

قرآن حکیم میں وصیت کا حکم اس طرح نازل ہوا:

کُتب علیکم اذا احدکم الموت ان ترك خیرا الوصیة للوالدین والاقربین باالمعروف حقا علی المتقین"(البقرہ:۱۸۰)

''لازم کر دیا گیا تم پر وصیت کرنا جب تم میں کسی پر موت کا وقت آئے اور وہ کچھ مال چھوڑ رہا ہو، والدین اور قریب ترین رشتہ داروں کے لیے دستور کے مطابق،متقیوں پر تو ایسا کرنا واجب ہے۔''

سورۃ نساء میں وراثت کے احکامات کے نزول سے قبل لازم تھا کہ والدین اور قریب ترین رشتہ داروں کے لیے وصیت کر دی جائے۔البتہ اب بھی غیر ورثاء کے لیے وصیت کی جاسکتی ہے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِنَ اللہ قد اعطی لکل ذی حق حقہ فلاوصیة لوارث (۲۸)

''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اُس کا حق دے دیا ہے، بنابریں وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔''

سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''بالمعروف'' سے معلوم ہوا کہ کل مال کی وصیت جائز نہیں۔(۲۹) پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلرِّجال نصیب مماترك الوالدان والاقربون وللنسآء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر (النساء:۷)

''مردوں کے لیے اُس مال میں سے حصّہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے اس مال میں سے حصّہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر۔''

اس ارشاد میں تاکید کی گئی ہے کہ میت کے ورثہ میں بہرحال وارثوں کا حق ثابت ہے۔ گویا کل مال کی وصیت نافذ نہ ہوگی۔ حدیث مبارکہ میں وضاحت کردی گئی کہ وصیت ترکہ کے ۱/۳ حصّہ سے زائد کی نہیں کی جاسکتی:

عَن سعد بن وقاصؓ قال مرضت بمکة مرضا فاشفیت منه علی الموت فاتانی النبی ﷺ یعودنی فقلت یارسول الله ان لی مالا کثیرا ولیس یرثنی الا ابنتیا فاتصدق بثلثی مالی قال لا قلت فالشطر قال لا قلت الثلث قال الثلث کبیر انك ان ترکت ولدك اغنیاء خیر من ان تترکهم عالة یتکففون الناس وانك لتنفق نفقة الا اجرت علیها حتی اللقمة ترفعها الی فی امرء تك (۳۰)

''حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہوا اور پھر موت کے قریب بچ کر صحت یاب ہوا۔ پس نبی کریم ﷺ میرے پاس عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے پاس بہت سا مال ہے اور میری وارث بنیں گی مگر صرف دو بیٹیاں۔ تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کردوں؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کی کیا آدھا مال کردوں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی کہ ایک تہائی؟ فرمایا ایک تہائی بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنی اولاد کو غنی چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں اس حال میں چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں بے شک تم گھر والوں پر جو بھی خرچ کرتے ہو اُس کا اجر پاؤ گے یہاں تک کہ اُس لقمہ کا بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔''

اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔(۳۱)

i۔ ایک تہائی سے زائد کی وصیت جائز نہیں۔

ii۔ مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی سے بھی کم کی وصیت کی جائے کیونکہ آپ ﷺ نے ثلث کو بھی زیادہ کہا ہے۔

iii۔ جب مال کم ہو اور ورثا بھی محتاج ہوں تو افضل یہ ہے کہ بالکل وصیت نہ کی جائے۔

iv۔ اگر کوئی وارث نہ ہو تو کل مال کی وصیت کی جاسکتی ہے اس لیے کہ زیادہ کی وصیت ورثاء کے حق کی وجہ سے ناجائز ہے۔

v۔ صدقہ فی الموت بھی وصیت کے حکم میں ہے کیونکہ حضرت سعدؓ کا سوال صدقہ کے بارے میں تھا لیکن بعض روایات میں وصیت کا لفظ ہے۔ تطبیق یہ ہے کہ پہلے وصیت مجمیع المال کی۔ جب آپ ﷺ نے منع فرمایا تو کل مال کے تصدق کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس پر

آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ بھی بحکم وصیت ہے۔

پاکستان میں قانون وراثت

پاکستان میں رائج قانون وراثت کی دفعہ ۴ کے الفاظ یہ ہیں:

''اگر وراثت کے شروع ہونے سے پہلے مورث کے کسی لڑکے یا لڑکی کی موت واقع ہوجائے تو ایسے لڑکے یا لڑکی کے بچوں کو (اگر کوئی ہوں) بحصہ اسدی وہی حصہ ملے گا جو اُس لڑکے یا لڑکی کو (جیسی صورت ہو) زندہ ہونے کی صورت میں ملتا۔'' (۳۲)

جید علما اکرام نے اس دفعہ کو خلافِ شریعت قرار دیا ہے اس لیے کہ:

i۔ حضرت زید بن ثابت کا فتوی ہے کہ:

وَلَا یَرِث وَلَدُ الابن مع الابن (۳۳)

''بیٹے کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں ہوسکتا''۔

حضرت زید ثابتؓ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

وَاَفرضھم زید بن ثابت (۳۴)

''اور صحابہ میں فرائض (علم میراث) کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں۔''

ii۔ علامہ عینی نے مذکورہ بالا فتوی پر تمام صحابہؓ اور علماء کا اجماعی فیصلہ نقل کیا ہے۔ (۳۵)

ولد الابناء بمنزلة الولد اذا لم یکن دونھم ولد ذکرھم کذکرھم وانثاھم کانثاھم یرثون کم یرثون ویحبون کم یحبون ولا یرث ولد الابن مع الابن

''بیٹوں کی اولاد بیٹوں ہی کے حکم میں ہے جبکہ اُن کے اور میت کے درمیان کوئی بیٹا موجود نہ ہو۔ ان میں لڑکے لڑکوں کی طرح اور لڑکیاں لڑکوں کی طرح میراث پائیں گی۔ اور جس طرح بیٹے پوتوں کے لیے حاجب ہوتے ہیں، پوتے پڑپوتوں کے لیے حاجب ہوں گے یعنی پوتوں کے ہوتے ہوئے پڑپوتوں کو میراث نہ ملے گی۔''

اگر فی الواقع شریعت میں کوئی ایسا منشاء ہوتا کہ یتیم پوتوں اور نواسوں کی مدد دادا اور نانا کی میراث میں ان کو حصہ دار بنا کر کی جانی چاہئے تو قرآن کی کسی آیت یا کسی قول رسول ﷺ یا صحابہؓ وفقہاءِ امت کے اجماع سے اُس پر دلیل فراہم ہوجاتی۔ اصل صورت تو یہ ہے کہ تمام فقہائے امت اس کی مخالفت پر متفق رہے ہیں۔ (۳۶)

iii۔ واضعین قانون یتیم پوتے کے فقر وافلاس کو پیش نظر رکھتے ہوئے شرعی قانونِ میراث میں ترمیم چاہتے ہیں۔ شرعی قانون کے مطابق وراثت کی تقسیم فقر وافلاس کے معیار پر ہے ہی نہیں بلکہ قرابت اور رشتہ داری کے معیار پر ہے پھر اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد کو محروم کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذا حضر القسمة اولوا القربی والیتمی والمساکین فارزقوهم منه وقولوا لهم قولا معروفا (النساء:۸)

''اگر تقسیم وراثت کے وقت (دوسرے) رشتہ دار اور یتامیٰ اور مساکین آجائیں تو اُنہیں بھی میراث میں سے کچھ نہ کچھ (وارثوں کی رضامندی سے) دے دو اور اُن سے اچھی بات کہو۔''

اس آیت میں تقسیم وراثت کے موقعہ پر اس بات کی ترغیب دی گئی کہ وہ رشتہ دار جو میراث کے حق دار نہیں اور یتامیٰ اور مساکین ہیں اُنہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہاں پر ان ''اولوالقربیٰ'' یتامیٰ اور مساکین کا ذکر ہے جو میراث کے مستحق نہیں ہوتے۔ اس لیے اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن کی نگاہ میں استحقاقِ وراثت کے لیے نہ صاحب قرابت ہونا کافی ہے اور نہ ہی یتیم یا مسکین ہونا بلکہ اقرب یعنی قریب ترین ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قریبی بیٹے کے ہوتے ہوئے بعید یعنی پوتا محروم ہوگا۔(۳۷)

iv۔ واضعینِ قانون یہ نہیں سوچتے کہ پوتے کی وراثت کا مسئلہ فی صدی کتنی صورتوں میں پیش آتا ہے اور پھر کتنی صورتوں میں پوتا خود بالغ اور کاروبار میں مستقل آمدنی کا مالک ہوتا ہے یا اپنے والد سے ملا ہوا کافی ترکہ رکھتا ہے۔(۳۸)

v۔ تعجب اس پر ہے کہ ان لوگوں کی نظر رحم یتیم پوتے پر مرکوز ہے۔ اس طرف توجہ نہیں کہ انتقالِ اراضی کے وقت بھائی اپنی بہنوں سے اور بیٹے والدہ سے دستبرداری کے بیانات دلواتے ہیں اور رشوت خور افسران سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ اگر جذبۂ رحم موجزن ہے تو بے چاری ماؤں اور بہنوں کے متعلق قانون کیوں پاس نہیں کراتے۔ اور بہنوں کی شادی کرتے وقت بھائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے تمہیں جہیز میں دے دیا ہے بس یہی تمہارے لئے میراث بھی ہے تاکہ وہ بعد میں حق میراث کا کوئی مطالبہ نہ کریں، اور بعض گھرانوں میں بہنوں کی شادی اس لئے بھی نہیں کی جاتی کہ اگر شادی کردی تو وراثت میں حصہ دینا پڑے گا لہٰذا بہنوں کو گھر میں بٹھا کے رکھا جاتا ہے نہ شادی ہوگی اور نہ ہی دولت بھائیوں کے ہاتھوں سے نکلے گی۔ بعض اوقات بہنوں اور ماؤں کی گودوں میں یتیم بچے ہوتے ہیں اور ظالم یتیموں کا حق غصب کر لیتے ہیں۔ جب کہ یتیم کا مال کھانا گویا پیٹ میں آگ بھرنا ہے۔(۳۹) خود یتیم پوتے کی بھی ہمدردی یہ ہے کہ قرآن کے ٹھوس اور اٹل قانون کو بدلنے کے بجائے مستورات کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ یتیم پوتے کی والدہ کو جب کئی طرف سے حصّہ ملے گا تو وہ خوشحال ہوگا اور کسی کا دستِ نگر نہ رہے گا۔(۴۰)

vi۔ اگر شریعت کو یہی منظور تھا کہ مالِ وراثت سے یتیموں، بیکسوں اور ناداروں کی مدد کی جائے تو اتنے لمبے چوڑے حسابات متعین کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ سیدھے سادھے یہ حکم دیتی کہ تمام مالِ وراثت بیت المال میں داخل کردو اور وہاں سے ہر بیکس اور نادار تک اس کا حصّہ پہنچایا جاتا رہے گا۔(۴۱)

vii۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب باپ کے مرنے پر حق والدیت دادا کو پہنچ جاتا ہے تو بیٹے کے مرجانے کی صورت میں حق والدیت پوتے کو کیوں نہیں پہنچتا؟ انسان کا باپ ایک ہی ہوتا ہے جبکہ بچے کئی ہوسکتے ہیں۔ اگر باپ نہیں ہے تو دادا براہ راست اُس کی

جگہ آجاتا ہے لیکن جب تک ایک بھی بیٹا موجود ہے پوتا براہ راست دادا کے قریب نہیں آسکتا۔ جب تک وہ شخص موجود ہے جو کسی کا براہ راست نطفہ ہے اُس وقت تک حق پدری کسی ایسے شخص کو نہیں دیا جاسکتا جو بالواسطہ نطفہ ہو۔(۴۲)

viii۔ اگر یتیم پوتا نادار اور بے کس ہے تو اسلام نے اُس کی امداد کا انتظام کیا ہے لیکن اس طرح نہیں کہ کسی اور کی جیب پر ڈاکہ ڈال کر۔ میراث کے بل پر کوئی غریب امیر نہیں ہوجاتا۔ کئی انسان ہیں کہ جن کے مورث کچھ چھوڑ کر نہیں جاتے۔ جس طرح ان کا گزارہ ہوتا ہے اسی طرح یتیم پوتے کا بھی ہوسکتا ہے۔ ناداروں کی امداد کے لیے اسلام کی ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) غریب رشتہ دار انسان کی زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کے اوّلین حق دار ہیں۔

(ب) نادار جب تک کمانے کے قابل نہ ہوں، اُن کی ضروریات پوری کرنا خاص عزیزوں کی ذمہ داری ہے۔ مثلاً یتیم پوتا جب تک بالغ نہ ہو اُس کے مصارف چچا کے ذمہ ہیں۔ اگر فقہ اسلامی کی کتاب النفقات ہی کا قانون نافذ کردیا جائے تو صرف یتیم پوتے کی مشکلات ختم ہوجاتی ہیں بلکہ پورے خاندان کے ستم رسیدہ افراد کی زندگی بن جاتی ہے۔(۴۳)

(ج) دادا یتیم پوتے اور پوتیوں کو اپنی زندگی میں اُن کی ضرورت کے مطابق جتنا چاہے دے سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اُن کے لیے ایک تہائی مال کی وصیت بھی کرسکتا ہے۔ اگر وہ شرعی وارث ہوتے تو اُن کے لیے وصیت نہ کی جاسکتی۔

(د) اسلامی شریعت کی رو سے تمام باشندگانِ ملک کی ضروریات بہم پہنچانے کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر ہے۔ جو لوگ کمائی کے قابل ہیں، اُن کو روزگار فراہم کرنا اور نابالغ یا معذور افراد جن کا کوئی کفیل نہیں تو بیت المال سے ان کی امداد کرنا حکومت کا فرض ہے یتیم پوتے اور پوتیاں بھی اس قانون سے فائدہ اٹھانے کا حق رکھتے ہیں۔(۴۴) پس اگر کسی کو واقعی یتیم پوتے پر شفقت ہے تو اُسے چاہئے وہ اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے آواز ارباب اختیار تک بھرپور انداز سے پہنچائے۔(۴۵)

قائم مقامی (Substitution) کے اصول کی غلطی

فوت شدہ بیٹے اور بیٹی کی اولاد کو ان کا قائم مقام قرار دینے کی تجویز ایک معقول اور منظّم قانون کو غیر معقول اور پراگندہ کرکے رکھ دیتی ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔(۴۶)

(الف) اسلامی قانون میراث میں ''قائم مقامی'' کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ملتا۔ قرآن کی رو سے جو فرد بھی میراث میں حصّہ پاتا ہے میت کے اقرب ہونے کی وجہ سے پاتا ہے نہ کہ اقرب کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے۔ مثلاً والد کی غیر موجودگی حق ولدیت دادا کو اور بیٹوں کی غیر موجودگی میں حق ولدیت پوتوں کو پہنچ جاتا ہے لیکن حق زوجیت بیوی یا شوہر کے بعد کسی اور کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ فوت شدہ شوہر یا فوت شدہ بیوی کا حصّہ کسی حال میں بھی ان کے وارثوں کو نہیں ملتا۔

(ب) قائم مقامی کی تجویز اس کو صرف بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد تک محدود رکھتی ہے۔ اس کے لیے کوئی معقول دلیل نہیں، اگر یہ اصول واقعی صحیح ہے تو پھر اس کا اطلاق ہر فوت شدہ وارث کے لیے ہونا چاہئے۔ اگر ایک شخص کی بیوی اس کی زندگی میں فوت ہوگئی تو اب اُس کے وارثوں کو شوہر کے ترکہ میں قائم مقام بنایئے۔ پھر فوت شدہ بیٹے کی صرف اولاد ہی کو اُس کے ترکہ کا وارث کیوں قرار دیا ہے؟ دوسرے وارثوں کو کیوں محروم کیا گیا ہے؟ صرف اولاد کی اولاد تک قائم مقامی کے اصول کو محدود رکھنا اور

دوسرے سب لوگوں کو اس سے مستثنیٰ رکھنا اگر کسی قرآنی دلیل کی بنیاد پر ہے تو اس کی نشاندہی کی جائے اور اگر کسی عقلی دلیل پر ہے تو اُسے بھی چھپا کر نہ رکھا جائے۔ ورنہ سیدھی طرح کہہ دیا جائے کہ جس طرح قائم مقامی کا اصول خود ساختہ ہے، اسی طرح اس کا اطلاق بھی من مانے طریقہ پر کیا جائے گا۔

(ج) قرآن کی رو سے کوئی حق وراثت مورث کی زندگی میں پیدا نہیں ہوتا مگر یہ تجویز اس مفروضہ پر قائم ہے کہ یہ حق مورث کی زندگی میں قائم ہو جاتا ہے اور صرف اس کا نفاذ مورث کے مرنے تک ملتوی رہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن کی رُو سے میراث میں صرف اُن لوگوں کا حصّہ ہے جو مورث کی وفات کے وقت زندہ ہوں۔ یہ تجویز ان لوگوں کا حق بھی ثابت کرتی ہے جو مورث کی زندگی میں مر چکے ہیں۔ اگر ان دو اصولوں سے آزاد رہ کر قانون سازی کی جائے تو ہر ترکہ تقسیم کرتے وقت تمام ممکن وارثوں کو زندہ تصور کر کے اُن کا حصّہ نکالنا ہوگا۔ پھر فوت شدہ وارث کے حصّے کو اس کے تمام ممکن وارثوں میں تقسیم کرنا ہوگا اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔ جملہ وارثوں پر تقسیم تو درکنار دو وارثوں کا مال آپس میں تا قیامِ قیامت تقسیم نہ ہو سکے گا۔

(د) قرآن بعض رشتہ داروں کے حصے قطعی طور پر مقرر کر دیتا ہے جن میں کمی بیشی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ قائم مقامی کا اصول بعض کے حصوں میں کمی اور بعض کے حصوں میں اضافہ کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے دو بیٹے تھے اور دونوں ہی اُس کی زندگی میں وفات پا گئے۔ ایک بیٹا اپنے پیچھے چار بچے چھوڑ کر مرا اور دوسرا لڑکا صرف ایک بچہ، قرآن کی رو سے یہ پانچوں بچے حق ولدیت میں برابر ہیں لیکن قائم مقامی کے اصول کے تحت ایک فوت شدہ بیٹے کے چار بیٹوں میں آٹھ آنے تقسیم ہوں گے اور ہر ایک کو دو آنے ملیں گے جبکہ دوسرے فوت شدہ بیٹے کے واحد بچہ کو آٹھ آنے ملیں گے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ یتیم پوتے کی وراثت سے متعلق تجویز اسلام کے عمرانی اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ قرآن، حدیث، اجماع اور عقل سے ثابت شدہ قطعی اصولوں کے ڈھانچے کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ لہٰذا اس تجویز کو اختیار کرنا اسلامی نظام کو یکسر ٹھکرا دینا ہے۔

قرآن وحدیث میں حقِ وراثت کی خلاف ورزی پر وعیدیں

قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کو شدید عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو وراثت کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوسروں کے حصّہ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> وَاتو الیتمیٰ امـوالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب و لا تاكلوا اموالهم الى امولكم انه كان حو با كبيرا (النساء:۲)
>
> ’’اور یتیموں کے مال اُنہی کو پہنچاتے رہو یعنی اُن ہی پر خرچ کرتے رہو اور تم اُن کی اچھی چیز سے اپنی بری چیز کو مت بدلو اور اُن کے مال مت کھاؤ اپنے مال میں شامل کر کے، ایسا کرنا بلاشبہ بہت بڑا گناہ ہے‘‘۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> وابتلو االيتمىٰ حتىٰ اذا بَلغوا النكاح فان انستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم ولا

تاکلوھا اسرافا و بدارا ان یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف (النساء:۶)

''اورتم یتیموں کوآزماتے رہو یہاں تک وہ بالغ ہوجائیں۔ پھر اگراُن میں کچھ سوجھ دیکھوتو اُن کے اموال اُن کے حوالے کردواوران اموال کوضرورت سے زائداوراس خیال سے کہ وہ بالغ ہورہے ہیں جلدی اڑا کرمت کھاؤ۔غنی کوکو چاہیے کہ بچتارہےاورفقیرکوچاہئے کہ معاوضہ کے طور پر دستور کے مطابق مال میں سے لے۔''

یعنی جب تم خود محتاج ہوتو حق خدمت کے طور پر اپنے گزارے کے لیے یتیم کے مال میں سے اجرت لے سکتے ہو۔ایک اورمقام پرارشادباری تعالیٰ ہے:

اِنّ الذیَن یا کلونا اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا و سیصلون سعیرا(النساء:۱۰)

''بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھررہے ہیں اورعنقریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔''

سورہ نساء میں احکاماتِ وارثت کی تفصیل بنانے کے بعداللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

تلك حدودالله ومن یطع الله و رسوله ید خله جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها و ذلك الفوز العظیم ۔ ومن یعص الله ورسوله و یتعد حدوده ید خله نارا خالدا فیها وله عذاب مهین (النساء:۱۳۔۱۴)

''یہ سب احکامِ مذکورہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں اور جوشخص اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی پوری اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کوایسی بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔وہ ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہ ہے بڑی کامیابی۔اور جوشخص اللہ اوراُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اوراس کی طے کردہ حدود سے تجاوز کرے اس کواللہ آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت والاعذاب ہے۔''

سورۃ الفجر میں ارشادہے:

وَتاکلون التراث اکلا لما و تحبون المال حبا جما (الفجر:۱۹۔۲۰)

''اورتم لوگ میراث کامال سارا سمیٹ کرکھاجاتے ہواور مال سے خوب جم کرمحبت کرتے ہو۔''

احکامات وراثت کی خلاف ورزی کی مذمت ہمیں رسول کریم ﷺ کے اسوۂ عمرانی سے بھی واضح انداز میں وعیدیں ملتی ہیں آپ ﷺ کاارشادہے:

من فرا من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة (۴۷)

''جس شخص نے اپنے وارث کا حق مار قیامت کے روز اللہ اُسے جنت کے حصّے سے محروم کر دے گا۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من انتهب نهبة فلیس منا (۴۸)

''جس شخص نے کوئی چیز غصب کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

مَن اخذ من الارض شیئا بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین (۴۹)

''جس نے کسی کی زمین سے ناحق کچھ لیا اُسے روز قیامت سات زمینوں تک غرق کیا جائے گا۔''

تقسیم وراثت میں غلطیاں

مسلمانوں میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دنیائے فانی کی محبت میں پھنس کر تقسیم وراثت کے شرعی اصولوں پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اگر خود کو گناہ گار سمجھ کر انحراف کر رہے ہیں تو یہ فسق ہے جس کی بہت بڑی سزا ہے۔ اگر خدانخواستہ قرآنی قانون سے انکار ہے تو یہ صریح کفر ہے۔ دنیا کے چند روزہ عیش وعشرت کی خاطر آخرت کی دائمی نعمت سے محروم ہونا اور عذاب جہنم کو اختیار کرنا بہت بڑی حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ تقسیم وراثت کے حوالے سے چند غلطیاں درج ذیل ہیں۔ (۵۰)

i۔ بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو اُسے میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے وہ بیچاری اپنا حصّہ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی اور عمر بھر بیوگی کے مصائب جھیلتی ہے۔

ii۔ جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو اُسے میراث میں سے حصّہ نہیں دیا جاتا۔

iii۔ یہ جرم تو اکثر دین دار اور اہلِ علم گھر والوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ بہنوں سے حصّہ میراث معاف کروالیا جاتا ہے۔ بہنیں جاہلیت کے رواج کے مطابق حصّہ میراث کو طلب کرنا معیوب سمجھتی ہیں اور وہ بھائیوں کی ناراضی اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے ڈر کر ایسا کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اُن کا بادلِ نخواستہ محض زبان سے معاف کرنا شرعاً معتبر نہیں۔ بہنوں کے اس طرح معاف کرنے سے کوئی بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔ ویسے بھی بہنوں سے معاف کرانے کی کوشش کرنا گناہ سے خالی نہیں کیونکہ اس میں خلاف شرع ہندوؤں کی ظالمانہ رسم کی ترویج وتائید ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہنوں کو شادی کے موقع پر جہیز دیا تھا اور ہر تہوار پر تحائف دیئے جاتے ہیں، لہذا یہی ان کا حصّہ ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر بہنوں کی رضامندی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ رواج کے مطابق مجبور ہیں۔ نیز مختلف مواقع پر دیئے جانے والے تحائف کی مقدار، جنس اور مالیت مجہول ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ حرام کو حلال بنانے اور بے زبان مظلوم بہنوں کا حصّہ میراث ہضم کرنے کے لیے جو بھی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے وہ سب شرعاً مردود اور باطل ہیں۔

iv۔ میت کی یادگار کے طور پر کسی چیز کو معمولی یا متبرک سمجھ کر بعض وارث ترکہ میں سے بعض اشیاء پر دوسرے وارثوں کی رضا کے بغیر

قبضہ کرلیتے ہیں۔ یہ بھی حرام اور گناہ ہے جو حق العبد ہونے کی وجہ سے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ پھر اگر وارثوں میں سے کوئی نابالغ بھی ہے تو اس سے معاف کروانے پر بھی معاف نہ ہوگا۔ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اس کا معاف کرنا شرعاً معتبر نہیں۔ البتہ اگر سب وارث عاقل و بالغ ہوں اور سب کی رضا مندی کو پورا یقین ہو تو کچھ حرج نہیں۔ مجنون اور نابالغ کی رضا کا اعتبار نہیں، بہرکیف اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ نیز اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دینا اور کچھ طلب کرنا مروت اور جذبہ ایثار کے خلاف ہے لہٰذا اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہر چیز سب وارثوں پر بقدر حصص تقسیم کردی جائے۔ اگر کوئی چیز ناقابل تقسیم ہو تو اسے ایک وارث خرید لے اور اُس کی قیمت سب پر بقدر حصص تقسیم کردی جائے۔ اگر کسی چیز میں سب وارثوں کو رغبت ہو تو اُسے آپس میں نیلام کرلیں، جو زیادہ قیمت دے اس کو دے دی جائے۔

v۔ کفن میں سے کچھ کپڑے کا مصلّٰی بنایا جاتا ہے جس پر نماز پڑھانے والا کھڑا ہوتا ہے اور بعد میں نماز جنازہ پڑھانے والے یا غسل دینے والے کو دے دیا جاتا ہے۔ ترکہ میں سے تجہیز و تکفین کے لیے کوئی زائد شے خریدنا جائز نہیں۔

vi۔ میت کو ایصال ثواب کے لیے ترکہ میں سے مال خرچ کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اُس کے لیے یتیم وارثوں کا مال کھا لیا جاتا ہے جو بہت بڑا جرم ہے۔

vii۔ بعض اوقات کوئی وارث خود کو سب کا بڑا اور متولی سمجھ کر پورے ترکہ پر جبراً قابض و متصرف رہتا ہے اور اُس میں من مانی کاروائی کرتا ہے۔ دوسرے وارثوں کے مطالبہ پر بھی میراث تقسیم نہیں کرتا یتیموں کے مال میں تصرف کرنے سے بھی نہیں ڈرتا۔

viii۔ اگر وارثوں میں سے کوئی نابالغ، مجنون یا مفقود ہو تو تقسیم ترکہ اور اس میں تجارت اور زمین میں زراعت وغیرہ کے تصرفات کے لیے شرعی ہدایات پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ضروری ہے کہ اس کے لیے مستند علمائے کرام سے رہنمائی لی جائے۔

الغرض حقِ وراثت (Heirdom) کسی وارث (Heir) کے معاف کردینے سے بھی ساقط نہیں ہوتا وہ جب چاہے معاف کردینے کے بعد اپنے حصے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ مالِ وراثت (Property inheritance) میں خاندان کے کمزور افراد کو ان کا متعین شرعی حصہ دلوانے کے لئے جد و جہد کرنا ہمارا دینی اور مذہبی فریضہ ہے اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کے کمزور افراد کو ان کا حق دلائے اور اسلامی قانونِ وراثت کے مطابق میراث کے حصوں کی شرعی تقسیم کا علم معاشرے کے ہر سطح کے افراد کو سکھانے کے لئے مناسب انتظام کرے کیونکہ قرآن وسنت کے اصولوں کے تحت ہر خاندان پر قانونِ وراثت (Succession law) کا اطلاق الگ الگ ہوتا ہے اور ہر خاندان میں افراد کی تعداد اور ترکہ کی مقدار کے اعتبار سے حالات مختلف ہوتے ہیں اس لئے ہر وارث (Heir) کو مالِ وراثت (Property inheritance) میں اپنے حق کے متعلق مکمل آگاہی ہو تاکہ ترکہ (Estate) کی تقسیم میں کوئی بھی کسی طرح کی ناانصافی اور بے اعتدالی نہ کرسکے۔

حوالہ جات:

١۔ابن ماجه،ابوعبد اللّٰه محمد بن يزيد ، سنن ابن ماجه ، كتاب الفرائض ، بابُ الحثِ على تعليم الفرائض،بيروت،دارالفكر،١٤١٥ه، ج:٢،ص:١٩١

٢۔ترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی ، ابواب الفرائض ، بابُ مَاجَاء فی تعلیم الفرائض، **ملتان، فاروقی کتب خانہ،س ن، ج:٢،ص:٣٠**

٣۔دارمی، عبد اللّٰہ بن عبد الرحمٰن، سننِ دارمی ، ومن کتا ب الفرائض ، بابُ فی تعلیم الفرائض، **ملتان،نشر السنہ، بلاسن طباعت،ص: ٣٥٩،ج:٣**

٤۔الامام، ابی بکر عبد اللّٰہ بن محمد،مصنف ابن ابی شیبہ ،کتابُ الفرائض، ماقالوافی تعلیم الفرائض، بیروت، دارالفکر،١٤١٤ه،ج:٤،ص:١٧٩

٥۔الحاکم ،ابی عبد اللّٰه محمد بن عبد اللّٰه، المستدرك على الصحيحين للحاكم ،كتا بُ الفرائض، **حیدرآباددکن،مطبوعہ دائرۃ المعارف، ج:٤،ص:٣٣٨**

٦۔سنن دارمی، المقدمه ، بابُ اقتداءِ باالعلماء، **ج:١،ص:٣٣**

٧۔**رحمانی،مولانا خالدسیف اللہ،قاموس الفقہ،کراچی،زمزمہ پبلشرز،٢٠٠٧،ص:١٥٤،ج:٥**

٨۔**مودودی،سیدابوالاعلیٰ،تفہیمات،لاہور،اسلامک پبلیکیشنز،٢٠٠٦،ص:١٨٠**

٩۔**محمدتقی عثمانی،مفتی، ہمارے عائلی مسائل،کراچی،دارالاشاعت،١٤١٣ھ،ص:٣٢**

١٠۔بخاری،ابوعبد اللّٰہ محمد بن اسمٰعیل،صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولدمن ابیه و اُمهِ، **کراچی،قدیمی کتب خانہ،بلاسن طباعت،ج:٢،ص:٩٩٧**

١١۔صحیح البخاری ، کتاب الفرائض ،بابُ میراث الاخواتِ مع النبات عَصَبَةً، **ج:٢،ص:٩٩٨**

١٢۔**الجزائری،ابوبکرجابر،منہاج المسلم،مترجم:مولانا محمد رفیق الاثری،لاہور،دارالسلام پبلشرز،بلاسن طباعت،ص:٦٧٤۔٦٧٥**

١٣۔**ایضاً،ص:٧٠١**

١٤۔سنن ترمذی ، ابواب الفرائض ، بابُ ماجاء فی میراث الخال،ج:٢،ص:٣١

١٥۔**منہاج المسلم، ص:٧٠٢**

١٦۔**قاموس الفقہ،ص:١٥٧تا١٥٩**

١٧۔**منہاج المسلم،ص:٦٦٦ تا٦٦٧**

١٨۔صحیح البخاری ، کتاب الفرائض ، بابُ الولاءُ یمن اَعتق و میراث اللقیط، **ج:٢،ص:٩٩٩**

١٩۔**قاموس الفقہ،ص:١٥٤تا١٥٥**

٢٠۔**ایضاً،ص:١٥٥**

٢١۔**منہاج المسلم،ص:٤٩٩**

٢٢۔**ایضاً،ص:٤٩٩**

٢٣۔**ایضاً،ص:٧٠١**

٢٤۔**ایضاً،ص:٦٦٧تا٦٦٨**

٢٥۔صحیح البخاری ، کتاب الفرائض ،بابُ لایرث المسلم الکافرَ وَلا الکافر والمسلم،**ج:٢،ص:١٠٠١**

٢٦۔الطبرانی،ابو القاسم سلیمان بن احمد ،المعجم الاوسط، باب الف، من اسمه احمدُ، رواه ابن عبد البروصححه، ریاض،مکتبةالمعارف،١٤٠٥ھ،ج:٥،ص:٢٥٢

۲۷۔صحیح البخاری، کتابُ البیوع، بابُ تفسیر المشبہاتِ، ج:۲،ص:۲۷۵

۲۸۔سجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتابُ الوصایا، بابُ مَاجَاءَ فی الوصیۃِ للوارِ ث، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ج:۲، ص:۸۵

۲۹۔رشید احمد، مفتی، احسن الفتاوٰی، کراچی، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، ۱۴۳۵ھ، ص:۱۷۴، ج:۱

۳۰۔صحیح البخاری، کتاب الفرائض، بابُ میراث البنات، ج:۲،ص:۹۹۷

۳۱۔احسن الفتاوٰی، ص:۱۷۴تا۱۷۵ ۳۲۔ہمارے عائلی مسائل، ص:۲۶

۳۳۔صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابن الابن اذالم یکن ابن، ج:۲،ص:۹۹۷

۳۴۔سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبلؓ و زید بن ثابتؓ وابی ابن کعب وابی عبیدہ بن الجراح، ج:۲،ص:۲۲۰

۳۵۔ہمارے عائلی مسائل، ص:۲۶

۳۶۔ایضاً، ص:۲۶

۳۷۔ایضاً، ص:۳۱

۳۸۔احسن الفتاوٰی، ص:۱۶۷

۳۹۔النسآء:۱۰

۴۰۔احسن الفتاوٰی، ص:۱۶۷

۴۱۔ہمارے عائلی مسائل، ص:۳۱

۴۲۔تفہیمات، ص:۱۷۷

۴۳۔ہمارے عائلی مسائل، ص:۳۳

۴۴۔محمد شفیع، مفتی، مولانا، جواہر الفقہ، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، ۱۳۴۱ھ، ج:۷، ص:۵۳۸تا۵۳۹

۴۵۔احسن الفتاوٰی، ص:۱۶۷

۴۶۔تفہیمات، ص:۱۸۰تا۱۸۲

۴۷۔سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، ج:۲، ص:۱۵۷

۴۸۔سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجآء فی النہی عن نکاح الشغار، ج:۲، ص:۹۳

۴۹۔صحیح البخاری، ابواب المظالم و القصاص، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، ج:۱، ص:۳۳

۵۰۔احسن الفتاوٰی، ص:۳۴۵تا۳۴۹، ج:۹